بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ایٹمی صلاحیت اور قرضوں کا شکنجہ

خورشید احمد

آج پاکستانی قوم اور اس کی قیادت تاریخ کے ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑی ہے--- جو فیصلہ آج کیا جائے گا' اس کے بڑے دور رس اثرات پاکستان اور امت مسلمہ کے مستقبل پر مرتب ہوں گے۔ اس میں کچھ بھی مبالغہ نہیں کہ اکیسویں صدی میں ان کے رول کا انحصار بڑی حد تک اس فیصلے پر ہو گا۔ وزیراعظم کا دورہ امریکہ اور ۲ دسمبر ۱۹۹۸ کو صدر کلنٹن سے ملاقات' فیصلے کے اس عمل کی ایک اہم کڑی ہے۔ یہ تاریخ کا ایک ایسا ہی لمحہ ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ایک لمحے کی غلطی صدیوں کی راہ کھوٹی کر دیتی ہے۔

یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ را ہم دور شد

اصل مسئلہ چار یا پانچ بلین ڈالر کے نئے قرضے یا پرانے قرضوں کی الٹ پلٹ کا نہیں' معاشی اور عسکری پابندیوں کی جزوی تخفیف یا کلی تنسیخ کا بھی نہیں' ایف ۱۶ لڑاکا طیاروں کا حصول یا ایک عشرے سے گروی رکھی ہوئی رقم کی بازیافت کا بھی نہیں۔ یہ سب تو زیادہ سے زیادہ اصل مسئلے کے جزوی اور ضمنی پہلو کہے جا سکتے ہیں۔ اصل سوال پاکستان کی آزادی اور سلامتی' اس کے نظریاتی تشخص اور اس کے تحفظ اور ترقی کے لیے ضروری قوت کے حصول' اس کے استحکام اور اپنی نظریاتی' دینی' سیاسی اور تہذیبی ترجیحات کی روشنی میں اپنے مستقبل کی تعمیر اور ملت اسلامیہ کے مستقبل کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرنے کی صلاحیت اور لیاقت کا ہے۔ معاملہ بھارت کا ہو یا امریکہ کا--- اصل مسئلہ یہی ہے۔ بھارت نے تو آج تک پاکستان کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ پچاس سال کی تاریخ اس پر گواہ ہے' اور جس امریکہ کے ساتھ دوستی کے لیے ہم نے سب کچھ قربان کر دیا' اس نے ۱۹۶۲ میں بھارت چین جنگ سے لے کر مئی ۱۹۹۸ کے تجربات کے نام پر معاشی اور عسکری پابندیوں تک جو رویہ اختیار کیا ہے اس سے تین باتیں بالکل صاف طور پر سامنے آتی ہیں:

اول : امریکہ نہایت ناقابل اعتماد دوست ہے۔ وہ کبھی وقت پر کام نہیں آیا اور اس کے کسی وعدے اور

تحفظ یا مدد کے کسی معاہدے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

دوم: امریکہ کا اصل جھکاؤ بھارت کی طرف رہا ہے۔ آزمایش کے ہر موقع پر اس نے بھارت کے مفاد کو پاکستان کے مفاد پر ترجیح دی ہے۔ وہ اپنے عالمی سیاسی نقشے میں اس علاقے کے لیے بھارت کی بالادستی کو ضروری سمجھتا ہے۔ اور ہمیں بھارت کے خورد (اصطلاحی چھوٹے بھائی) کے طور پر تو زندہ دیکھنا چاہتا ہے مگر ہماری کسی ایسی حیثیت کو برداشت کرنے کو تیار نہیں جس میں ہم خود اپنے معاملات کو سنبھالنے اور اپنا منفرد کردار ادا کرنے کے لائق ہوں۔

سوم: امریکہ اور مغربی اقوام کو جو اعصابی خطرہ اسلام اور عالم اسلام سے ہے اس کی وجہ سے وہ پاکستان کو اتنا کمزور رکھنا چاہتا ہے کہ یہ ملک کبھی بھی اسلامی اتحاد کے لیے محور اور مرکز نہ بن سکے۔ اس مقصد کے لیے عالم عرب کے قلب میں اسرائیل کے خنجر کو پیوست کیا گیا ہے اور اسے اتنا مضبوط کیا گیا ہے کہ وہ پورے عالم عرب پر عسکری اور معاشی اعتبار سے غالب رہے اور مقابلے کی کوئی قوت پیدا نہ ہونے پائے۔ ترکی میں اسلامی قوتوں کو اس طرح قابو میں کیا جائے کہ ترکی اور اسرائیل ایک سیکولر ایجنڈے پر مل کر عمل کر سکیں۔ جس ملک میں بھی تھوڑی سی آزادی کی خواہش ہو، خواہ وہ ایران ہو، لیبیا ہو، عراق ہو یا کوئی اور، اسے اس طرح دبا دیا جائے کہ وہ اس رنگ میں بھنگ نہ ڈال سکے۔ وسطی ایشیا کی آزادی کے بعد وہاں بھی ایسے حالات پیدا کیے جا رہے ہیں کہ پاکستان، ایران اور ترکی سے لے کر وسط ایشیا تک مسلمانوں کا ایک بلاک وجود میں نہ آسکے اور اس پورے علاقے کو روس اور یورپ ہی سے منسلک رکھا جائے۔ اس تناظر میں پاکستان کا ایک ایٹمی صلاحیت کا حامل ملک بننا سب سے زیادہ ناگوار اور مستقبل کے اس پورے نقشے کو تہ و بالا کرنے والا عامل سمجھا جا رہا ہے۔

ان تاریخی نتائج کی روشنی میں اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ امریکہ، اسرائیل اور مغربی اقوام کی نگاہ میں اصل خطرہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت اور معاشی ترقی سے ہے۔ بھارت کی ایٹمی حیثیت اس نقشے کے مطابق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۶۴ میں جب چین نے ایٹمی صلاحیت حاصل کر لی تو بھارت کو ایٹمی طاقت بنانے کے منصوبے پر کام شروع ہو گیا اور اس میں امریکہ، اسرائیل، کینیڈا، فرانس اور روس نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ کے بھارتی دھماکے پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا گیا۔ ۱۹۹۸ کے دھماکوں کے لیے بھی فضا کو سازگار بنایا گیا اور ۲۸ مئی کو پاکستانی دھماکے تک بھارت کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ سارا غصہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت پر ہے اور اس کو قابو میں کرنا اصل ہدف ہے۔ معاشی دباؤ کا ہتھیار بھی اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ دیکھا جائے تو معاشی پابندیوں کا آغاز جون ۱۹۹۸ میں نہیں ہوا۔ یہ سلسلہ تو ۱۹۷۶ سے مختلف شکلوں میں جاری ہے اور اس وقت جو تخفیف کی جا رہی ہے اس کا مقصد بھی پاکستان کو معاشی بحران

سے نکالنا نہیں بلکہ ایک طرف اپنی زرعی اور صنعتی لابی کی ضروریات پوری کرنا ہے اور دوسری طرف پاکستان کو مسلسل ایک ایسی حالت میں رکھنا ہے کہ وہ امریکہ اور مغربی اقوام کا محتاج رہے، اس کی معیشت برابر ایک طرح کے آکسیجن ٹینٹ میں رہے اور یہ اقدام اسے اتنی آکسیجن دیتے رہیں کہ یہ مرد بیمار بس زندہ رہے اور مزید آکسیجن کی طلب کرتا رہے۔

اصل مسئلہ محض جوہری تجربات پر پابندی کے جامع معاہدے (CTBT) پر دستخط نہیں اور ورلڈ بنک، آئی ایم ایف اور عالمی ساہو کاروں کے چنگل سے وقتی گلو خلاصی (bail out) کا اہتمام نہیں بلکہ ملک کے اس وژن (vision) کی روشنی میں جو پاکستان کے قیام کا محرک تھا اس کے حقیقی مقام کا تعین، اور اس وژن کے مطابق اس کی سلامتی اور استحکام کا بندوبست ہے۔

یہ بات اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جوہری تجربات پر پابندی کا معاہدہ کوئی مستقل بالذات اور خودکار معاملہ نہیں۔ یہ ایک جامع اور مربوط عالمی ایٹمی نظریے (ڈاکٹرائن) کا کلیدی حصہ ہے۔ اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ محض اس معاہدے پر دستخط کر کے معاملہ طے ہو جائے گا تو اس سے بڑی حماقت اور عاقبت نااندیشی کا تصور محال ہے۔ اصل مقصد پوری دنیا پر پانچ ایٹمی ہتھیار بردار ممالک اور خصوصیت سے امریکہ کی بالادستی کا قیام اور اس برتری کی حفاظت ہے اور خصوصیت سے پورے عالم اسلام کو **مستقلاً** اس صلاحیت سے محروم رکھنا ہے۔ امریکہ کی جوہری چھتری شمالی اور جنوبی امریکہ کے ساتھ یورپ اور جاپان تک کو اپنی امان میں لیے ہوئے ہے۔ روسی چھتری، روس کی ساری کمزوریوں کے باوجود نصف یورپ اور ایشیا پر تنی ہوئی ہے۔ چین اپنی حفاظت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یورپ میں انگلستان اور فرانس اپنی اپنی چھتری رکھتے ہیں اور بھارت نے وہ قوت فراہم کر لی ہے جو اسے اس علاقے میں بالادستی دے سکے۔ وہ جس نیوکلیر ڈاکٹرائن پر کھلے بندوں کام کر رہا ہے، وہ یہ ہے کہ ۲۰۳۰ تک وہ چین کا مقابلہ کر سکے اور ایشیا پر اپنا سلامتی کا نظام مسلط کر سکے۔ اگر سلامتی کے نظام سے کوئی علاقہ محروم ہے تو وہ عالم اسلام ہے جو مراکش سے ملایشیا تک اس صلاحیت سے محروم اور اپنے دفاع کے لیے دوسروں کا دست نگر ہے۔ سب سے زیادہ زبوں حالت عالم عرب کی ہے جو بے پناہ مالی وسائل کے باوجود نہ روایتی جنگی ہتھیاروں کے باب میں اور نہ جوہری صلاحیت کے اعتبار سے کسی مقام پر ہے۔ ان کی آزادی اور سلامتی ایک دھاگے پر منحصر ہے جسے اسرائیل اور امریکہ جس لمحہ چاہیں کاٹ سکتے ہیں۔ ان حالات میں مستقبل کی اگر کوئی امید ہے تو وہ پاکستان سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسی، معاشی اور اخلاقی سارا دباؤ پاکستان ہی پر ہے اور اسے چارہ اور چابک (carrot and stick) کے دونوں ہتھیاروں سے رام کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

پاکستان کے ایٹمی تجربے کے بعد پی -۵ یعنی سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ارکان، جی-۸ یعنی آٹھ مغربی ترقی یافتہ ممالک اور خود سلامتی کونسل کی قراردادوں میں صاف الفاظ میں کہا گیا ہے کہ تجربہ نہ کرنے کے معاہدے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل اقدام ضروری ہیں:

۱- نیوکلیر عدم پھیلاؤ کے معاہدے (NPT) میں شمولیت۔

۲- جوہری مادے کی افزونی پر پابندی اور اس کے معاہدے میں شمولیت اور نگرانی کے نظام کی پابندی۔

۳- میزائل ٹکنالوجی پر قدغن کے معاہدے کو تسلیم کرنا اور نشانے تک پہنچنے (delivery) کے نظام کی تحدید اور نگرانی کا اقرار۔

۴- جوہری مادے کے ہتھیار بنانے (weaponization)، ان کی تصغیر (miniaturisation) اور تنصیب (deployment) سے احتراز۔

۵- جو صلاحیت موجود ہے اسے بھی ایک بااختیار منضبط نظام (Command and Control System) میں لانا۔

امریکہ اور مغربی اقوام کی نگاہ میں یہ تمام ایک غیر منقسم ایٹمی ڈاکٹرائن کا حصہ ہیں۔ اس وقت تک ہم مکمل طور پر اس نظام سے باہر ہیں اور قانونی اور اخلاقی طور پر ہم نے آج تک جو کچھ کیا ہے، عالمی واویلے کے باوجود وہ ہمارا قانونی اور اخلاقی حق ہے۔ ہم نے کسی عالمی معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔ لیکن ایک بار ہم اس نظام کا حصہ بن جاتے ہیں تو پھر ہم اس کے پابند اور اسیر ہوں گے اور اس جال سے نہ نکل سکیں گے۔ جو حشر آج عراق کا ہو رہا ہے اور جس کی دھمکیاں شمالی کوریا کو بھی دی گئی ہیں، وہی حشر ہر اس ملک کا ہو سکتا ہے جو اس دام میں گرفتار ہو کر اپنی آزادی کی کوئی کوشش کرے۔

سی ٹی بی ٹی اس عالمی جال کا پہلا مرحلہ ہے۔ اگر ہمیں اس جال سے بچنا ہے تو اس پہلے قدم سے بچنا ہو گا۔ اگر اس میں ہم ایک بار پھنس گئے تو پھر ہمیں مجبوراً اور گھٹ گھٹ کر پورے جال میں اترنا ہو گا۔ یہ کوئی خیالی واہمہ نہیں۔ ۴ر جون ۱۹۹۸ کو جنیوا میں پی - ۵ کے وزرائے خارجہ نے جو اعلامیہ جاری کیا ہے اس کی شق ۳ اور ۴ میں صاف الفاظ میں کہا گیا ہے:

پانچوں طاقتوں نے عہد کیا ہے کہ وہ پاکستان اور بھارت کو سی ٹی بی ٹی کی غیر مشروط تصدیق، جوہری مواد کی تیاری منقطع کرنے کے سمجھوتے (FMCT)، میزائلوں کی تنصیب بند کرانے اور جوہری آلات اور ایٹمی ٹیکنالوجی کی برآمد رکوانے پر مجبور کریں گے خواہ اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے (شق ۳) نیز پانچوں نے وعدہ کیا کہ "ہم پاکستان اور بھارت سے ایٹمی پھیلاؤ کے سمجھوتے (NPT) پر

فوری دستخط لیں گے۔ نیز دونوں ممالک کے لیے این پی ٹی کے مسودے میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کی جائے گی (شق ۴) (۱۹۷۳/ ۱۹۹۸ء)۔

اس یادداشت کی روشنی میں سلامتی کونسل نے ۶ جون ۱۹۹۸ قرارداد ۱۱۷۲ منظور کی جس میں ۱۷ شقیں ہیں اور ان میں ۱۰ سے ۱۳ شقوں میں صاف الفاظ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان اور بھارت جوہری ہتھیاروں کی ترقی فوراً روک دیں۔ جوہری ہتھیاروں کو ہدف تک لے جانے والے میزائلوں کی تنصیب، جوہری مواد کی تیاری، جوہری آلات کی برآمد نہ کرنے اور ٹکنالوجی کو وسعت نہ دینے کی یقین دہانی کرانے اور این پی ٹی اور سی ٹی بی ٹی پر بلاتاخیر اور غیر مشروط دستخط کے لیے بھرپور دباؤ ڈالا جائے۔

پھر ۱۲ جون کو لندن میں جی - ۸ نے انھی مطالبوں کا اعادہ کیا۔ جب وزیراعظم پاکستان نے ۲۳ ستمبر کو اقوام متحدہ میں تاریخ کے تعین کے بغیر سی ٹی بی ٹی کے احترام اور اسے عملاً قبول کرنے کی ضمانت دی، تو اگلے ہی دن امریکی وزیر خارجہ البرائٹ نے صاف الفاظ میں کہا کہ مسئلہ صرف سی ٹی بی ٹی نہیں بلکہ پورے ایٹمی نظام کو قبول کرنا اور اس کی پابندی کرنا ہے۔ امریکہ کے سلامتی کے مشیر سنڈی برگر (Sundy Berger) نے بھی اس کا اعادہ کیا۔ اور امریکی نائب وزیر خارجہ اسٹوب ٹالبوٹ (Stobe Talbot) نے ۱۳ نومبر کو ورلڈ نیٹ ورک پروگرام میں جنوبی ایشیا میں امن و سلامتی (Peace & Security in South Asia) کے موضوع پر اپنے نقطہ نظر کو پیش کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ ایک بار پھر بہت ہی صاف لفظوں میں ایٹمی تجربات مکمل طور پر لپیٹ دینے (roll back) کو اصل ہدف قرار دیا ہے بلکہ سی ٹی بی ٹی کے حوالے سے پہلی بار صاف لفظوں میں کہا ہے کہ اس کے تحت صرف تجربات کے مقامات (test sites) ہی کا نہیں تمام ایٹمی مقامات (nuclear sites) کا معائنہ کیا جا سکتا ہے حالانکہ اصل معاہدے میں ذکر test اور explosion کا ہے لیکن چونکہ test اور explosion کی صاف لفظوں میں تعریف نہیں کی گئی اس لیے ٹالبوٹ کے اس اعتراف سے بلی تھیلے سے باہر آگئی ہے جبکہ ہمارے سیاست دان اور سائنس دان معاہدے کے ظاہری الفاظ کے سہارے یہی وعدے کر رہے ہیں کہ ایٹمی مقامات کا معائنہ نہیں ہو سکتا (ملاحظہ ہو دی مسلم کا اداریہ U.S and South Asian Nuclear Dynamics ۱۶ نومبر ۹۸)۔

یہ بات ناقابل تردید حقائق کی روشنی میں ثابت ہے کہ سی ٹی بی ٹی ایک مکمل اور غیر منقسم ایٹمی نظام کا عنوان اور اس کا صرف ایک حصہ ہے۔ فیصلے کا وقت آج ہے کہ ہم اس نظام میں اپنی گردن پھنسانے اور اس کے نتیجے میں اپنے ہاتھ پاؤں کٹوانے کے لیے تیار ہیں یا ہر قیمت پر اپنی آزادی نے اپنی ملکی سلامتی اور اپنی عزت کے لیے اپنی جوہری صلاحیت پر قائم اور اس کی حسب ضرورت ترقی اور استحکام پر قدرت رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر اس ملک کو اپنی آزادی اور سلامتی عزیز ہے تو آج یہ طے کرنا ہوگا کہ کسی قیمت اور کسی لالچ پر ہم

اس استعماری نظام کی غلامی قبول نہیں کریں گے اور صرف اللہ کے بھروسے پر، اپنی قوم پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا راستہ اختیار کریں گے۔ اگر کسی موہوم وعدے اور کسی وقتی مصلحت کی بنا پر آج ہم اس شکنجے میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو پھر اس نئی غلامی سے نجات مشکل ہو گی۔

سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہ کرنے کے سلسلے میں ہماری سب سے مضبوط اور ناقابل تسخیر دلیل تو یہی ہے کہ وہ ایک مربوط نظام کا حصہ ہے اور "گربہ کشتن روز اول" کے اصول پر اگر اس پہلے ہی قدم پر ہم نے اپنے راستے کو جدا نہ کیا تو پھر ہم طوعاً و کرھاً اس نظام کے اسیر ہونے سے بچ نہ سکیں گے اور آخرکار صورت حال ہماری جوہری صلاحیت کے انجماد، تخفیف اور محرومی پر منتج ہو گی۔ اگر اس انجام سے بچنا ہے تو آج ہمت، جرات اور خود اعتمادی کا مظاہرہ کریں اور اس کی قیمت دینے کے لیے خود بھی تیار ہوں اور قوم کو بھی تیار کریں۔ یہ سراسر خود فریبی اور دھوکے کا راستہ ہے کہ ہم دستخط بھی کر دیں گے اور اپنی جوہری صلاحیت کو محفوظ بھی رکھ لیں گے۔ پاکستان کی سلامتی کے متعدد پہلو ہیں اور ان میں سے ہر ایک یعنی عسکری سلامتی، معاشی سلامتی، نظریاتی سلامتی اور تہذیبی سلامتی سب بے حد اہم اور ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ لیکن بلاشبہ اس کا پہلا دروازہ عسکری سلامتی ہے اور اس میں کسی دراڑ کو راہ پانے دینا قومی خودکشی اور خود اپنے ہاتھوں اپنے وجود کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہو گا۔ اس قومی سلامتی کی اہمیت بھارت کے خطرے کے ادراک (threat perception) کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے مستقبل کی تعمیر میں پاکستان کے کردار سے ہے۔ یہ دونوں پہلو ہمیشہ ہمارے سامنے رہنے چاہییں۔ اس پس منظر میں ہماری جوہری صلاحیت اور مستقبل میں اس کی ترقی و استحکام غیر معمولی اہمیت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اس کام کو انجام دینے کے لیے جوہری تجربے کے دروازوں کو بند کر دینا ایک ایسی مجرمانہ غداری ہو گی جس کی تلافی کبھی ممکن نہ ہو گی۔

ایک لابی کی طرف سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ آیندہ تجربات کے بغیر بھی ہم اپنی سدجارحیت صلاحیت کو باقی رکھ سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند محترم سائنس دانوں کا نام بھی آگیا ہے اس لیے کسی کی رائے کی تحقیر کے بغیر ہم اس ملک کی سائنسی اور سیاسی قیادت سے عرض کریں گے کہ اس مسئلے پر کھلے دل سے غور کریں اور کسی خوش فہمی یا غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

ہم جوہری صلاحیت کے ابتدائی مرحلے میں ہیں۔ الحمدللہ ہم نے بنیادی صلاحیت حاصل بھی کر لی ہے اور اس کا کامیاب مظاہرہ بھی کر دیا ہے جس پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان تمام افراد اور اداروں کی خدمات کے معترف ہیں جنھوں نے اس کارنامے کو انجام دینے میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ لیکن ہمیں اس ناقابل تردید تاریخی حقیقت کو سامنے رکھنا چاہیے کہ جہاں اسلحے کی دوڑ ایک خسارے کا سودا ہے

اور محض تفاخر کی خاطر اس خطرناک کھیل میں ہرگز شریک نہیں ہونا چاہیے' وہیں مقابلے کی قوت اور کم سے کم ضروری سدجارحیت (minimum credible deterrent) قومی سلامتی کے تحفظ کے لیے ضروری ہیں۔ قوت اور سدجارحیت کوئی جامد (static) تصور نہیں بلکہ حرکی (dynamic) تصور ہے جس کے لیے مدمقابل کی صلاحیت--- حملہ کرنے کی اور حملہ سہنے کی--- کو سامنے رکھ کر ضروری حدود کا تعین کیا جاتا ہے۔ اگر ہم اسرائیل کے خطرے کو نظرانداز بھی کر دیں (جو ہماری نگاہ میں غیر دانش مندی ہوگی) تب بھی بھارت کے خطرے کو تو کسی صورت میں بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ بھارت کی قیادت نے واضح کر دیا ہے کہ:

۱- بھارت ایٹمی اسلحے سے لیس ایک ملک ہے اور وہ ہر قیمت پر اس قوت کو باقی رکھے گا اور ترقی دے گا' تاکہ وہ بھارت ہی نہیں خلیج سے جنوبی ایشیا تک اپنی بالادستی قائم رکھ سکے۔

۲- فی الحال اسے مزید تجربات کی ضرورت نہیں لیکن اگر اس کی ضرورت ہوئی تو وہ اپنے اختیار کو محدود کرنے کو تیار نہیں۔

۳- کم سے کم سدجارحیت کے معنی صرف صلاحیت نہیں بلکہ اسلحہ اور اس کے استعمال کا موثر انتظام ہے۔

بھارت کے پاس اس وقت ۸۰ سے ۱۰۰ ایٹم بم تیار شکل میں ہیں' ۲۰۰ بموں کی تیاری کا سامان اور ترسیل کا نظام موجود ہے۔ اس نے یورینیم اور پلوٹونیم دونوں پر مبنی ہتھیار تیار کر لیے ہیں۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے صرف ایٹمی دھماکہ ہی نہیں کیا بلکہ حرمرکزائی (thermo nuclear) تجربہ بھی کر لیا ہے جو ہائی ڈروجن بم کی استعداد دیتا ہے اور ایٹم بم سے کئی سو گنا تباہ کاری کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے پاس پلوٹونیم (Pu^{239}) کا بھی وافر ذخیرہ ہے اور ٹریشیم بھی جو تھرمونیوکلیر ڈیوائس میں instant booster کا کام انجام دیتا ہے۔ بھارت کے پاس زمینی میدان میں دفاعی وسعت اور مضبوطی (strategic depth) موجود ہے لیکن اس کے باوجود اس نے روس سے ایٹمی آب دوز حاصل کی ہیں اور خود بنانے میں مصروف ہے۔ اس طرح اس کے پاس بار بار حملے (second strike) کی صلاحیت موجود ہے۔

ایسے مدمقابل کو قابو میں رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے پاس صرف مساوی نہیں مقابلے کی صلاحیت موجود ہو۔ اس پہلو سے جو ذخیرہ ہمارے پاس ہے وہ ناکافی ہے۔ نیز ہم نے جو تجربات کیے ہیں وہ اپنی ساری کامیابی اور اثر انگیزی کے باوجود کافی نہیں۔ مقابلے کی قوت کو برقرار رکھنے اور نئی ٹکنالوجی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جوہری تجربوں کا دروازہ کھلا رکھنا ضروری ہے۔ ہم ملک اور ملک کے باہر چوٹی کے نیوکلیر سائنس دانوں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ کہنے کی جسارت کریں گے کہ گو یورینیم (U^{235}) کی افزودگی کے عمل کے لیے ہمیں کسی تجربے کی ضرورت نہیں لیکن پلوٹونیم (Pu^{239}) کے تجربے کے لیے یہ عمل

ضروری ہو گا اور محض کمپیوٹر یا مصنوعی تجربے (cold testing) سے قابل اعتماد نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ تھرمو نیوکلیر ڈیوائس کے لیے اس کی ضرورت ہو گی۔ نیز ہتھیار سازی (weaponization) اور خصوصیت سے تصغیر (miniaturization) کے لیے اور اس عمل کو بھی ایسی صورتیں دینے میں جن میں تابکاری (radiation) کم سے کم ہو، انسانی نقصان کو محدود ترین رکھا جائے اور ہدف کو زیادہ تیقن اور صحت (precision) کے ساتھ نشانہ بنانے کے لیے بھی حقیقی تجربہ (hot test) ضروری ہے۔ کہوٹہ کو شاید عملی تجربات کی جلد ضرورت نہ ہو لیکن خوشاب کے آگے کے مراحل کے لیے تو یہ ازبس ضروری ہیں۔ اس طرح tactical low yield ڈیوائس کی تیاری میں تجربات کی بڑی اہمیت ہے۔ ٹریشیم کی جوہری صلاحیت کا حصول بھی ضروری ہے جہاں ہم ابھی دشمن سے بہت پیچھے ہیں۔ ان حالات کی روشنی میں جو حضرات یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ آج کی صلاحیت کی بنیاد پر دشمن کی صلاحیتوں کی تحدید کو یقینی بنائے بغیر مستقبل کے تمام خطرات کا بھی مقابلہ کیا جا سکتا ہے، وہ ایک ایسی بات کہہ رہے ہیں جس کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں۔ خدا پر بھروسہ اپنی جگہ، لیکن جس محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا پر توکل کا حکم دیا ہے اسی نے اپنے اونٹ کو باندھ کر رکھنے کی ہدایت بھی دی ہے۔ "اونٹ باندھنے" کا تقاضا ہے کہ ہم بھارت کو پابند کیے بغیر اور متنازع مسائل خصوصیت سے کشمیر کے مسئلے کے حل پر عملی پروگرام طے کیے بغیر اپنے ہاتھ نہ باندھ لیں۔

اس سلسلے میں ایک بات کمپیوٹر تجربات کی بھی کہی جا رہی ہے جو بنیادی طور پر صحیح ہے لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ اور مغربی اقوام نے ہمیں اعلیٰ استعداد کے کمپیوٹر اور کثیر المقاصد ٹکنالوجی سے محروم کیا ہوا ہے۔ بھارت کے پاس سوپر کمپیوٹر ہیں اور وہ اس سلسلے کی دوسری ترقی یافتہ ٹکنالوجی حاصل کر چکا ہے اور مزید کر رہا ہے جبکہ ہم اس میدان میں خاصے پیچھے ہیں۔ روس اور خصوصیت سے امریکہ کے پاس جو صلاحیت ہے اس کی بنا پر یہ دونوں اپنے ایک ایک ہزار عملی تجربات سے حاصل شدہ نتائج کی روشنی میں نیا تجربہ کیے بغیر بھی نیوکلیر استعداد کو جدید ترین معیار کے مطابق کر سکتے ہیں اور سی ٹی بی ٹی میں اس کی گنجایش رکھی گئی ہے لیکن جب تک ہمیں یہ ٹکنالوجی حاصل نہ ہو، ہم تجربات کے بغیر کیسے مقابلے کی صلاحیت پیدا کر سکتے ہیں۔

مغربی اقوام نے جدید ٹکنالوجی پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے۔ ضروری ہے کہ ہمیں نئی اور جدید ٹکنالوجی دیں اور ٹکنالوجی منتقل کرنے کی تمام طفل تسلیوں کے باوجود جو راہیں ہم پر بند کر رکھی ہیں، بشمول ہمارے سائنس دانوں اور اعلیٰ درجے کے طالب علموں کے لیے مغربی درس گاہوں اور لیبارٹریوں کے دروازوں کو بند کرنے کے، وہ کھولیں۔ اس کے بغیر نیوکلیر امتیاز (apartheid) کا جو ظالمانہ اور استبدادی نظام قائم کیا گیا ہے وہ انسانیت کو مستقل طور پر دو طبقوں میں بانٹے رکھے گا--- ایٹمی قوت سے آراستہ، بالادست

اور غالب اقوام اور ایٹمی صلاحیت سے محروم ان کے باج گزار ممالک۔ کیا پاکستان اور امت مسلمہ اس ذلت کے مقام کو قبول کرنے کو تیار ہے؟ اور کیا یہ ہمارے ایمان، خیرامت اور شہداء علی الناس کے مقام سے کوئی بھی مناسبت رکھتا ہے؟

جو دانش ور یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا کوئی اثر ہماری نیوکلیر استعداد پر نہیں پڑے گا ان کی خدمت میں بہ ادب گزارش ہے کہ پاکستان کا مقابلہ تو بھارت سے ہے، جو روایتی اور نیوکلیر دونوں میدانوں میں ہم سے کئی گنا زیادہ صلاحیت رکھتا ہے، البتہ ہم نے کسی نہ کسی طرح ایک سد جارحیت صلاحیت بنا رکھی ہے۔ خصوصیت سے نیوکلیر تجربات کے بعد ہماری پوزیشن کچھ بہتر ہوئی ہے اور اسی مناسبت سے جنگ کا خطرہ کم ہوا ہے۔ اس صلاحیت کو مستقبل میں باقی رکھنا اور ضرورت کی حد تک بڑھانا ضروری ہے۔ یہ دانش ور اس کم سے کم اور بنیادی ضرورت تک کو لائق اعتنا نہیں سمجھتے۔ اس کے برعکس امریکہ کے چوٹی کے سائنس دانوں میں سے ایک نمایاں گروہ ایسا ہے جو امریکہ کو سی ٹی بی ٹی کی توثیق سے منع کر رہا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اپنی تمام تر موجودہ برتری کے باوجود مستقبل میں سلامتی اور عالمی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے امریکہ کو حقیقی تجربات (hot tests) پر پابندی قبول نہیں کرنا چاہیے۔

دفاعی سلامتی کے ساتھ ساتھ معاشی سلامتی بھی ضروری ہے اور دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہم معاشی حالات کے بے لاگ تجزیہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہماری موجودہ معاشی مشکلات کی وجہ وہ پابندیاں (sanctions) نہیں ہیں جو ایٹمی تجربات کے بعد لگائی گئی ہیں بلکہ وہ غلط معاشی پالیسیاں ہیں جن کے نتیجے میں معاشی ترقی کی رفتار گر گئی ہے۔ بچت کی سطح ایک مدت سے غیر تسلی بخش ہی نہیں برابر روبہ زوال ہے۔ سرمایہ کاری کی رفتار بھی گر رہی ہے اور علاقے کے دوسرے ترقی پذیر ممالک کے مقابلے میں بھی پست ہے، قرضوں کا بوجھ بڑھ رہا ہے اور قرضوں اور سرمایہ کی حقیقی پیدا آوری برابر گر رہی ہے۔ افراط زر کا عفریت دندناتا پھر رہا ہے۔ بے روزگاری بڑھ رہی ہے، کالی معیشت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے، بنکوں کے قرضوں کی ادائیگی اتنی غیر تسلی بخش ہے کہ اب ڈیفالٹ کا تناسب کل بنک کے قرضوں میں ۴۰ فی صد تک جا پہنچا ہے۔ یہ کیفیت ایک واضح مستقل رویے کی صورت میں کم از کم گذشتہ ۱۵ سال سے موجود ہے۔

ان حالات میں محض پابندیوں کو دوش دینا اور مزید قرض حاصل کرنے کے مہلک راستے پر بگ ٹٹ دوڑنا معاشی اعتبار سے تباہ کن اور قومی سلامتی کے لیے شدید خطرات کا حامل ہے۔ ہم معاشی بحران اور اس کے حل پر آیندہ گفتگو کریں گے، البتہ اس وقت جس بات کو پوری قوت سے کہنا چاہتے ہیں وہ قومی سلامتی کے لیے پالیسی سازی میں دفاعی اور معاشی سلامتی کو مزید قرضوں کے حصول اور ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف

سے مزید بھیک کی طلب اور خود معاشی اور عسکری پابندیوں سے غیر مربوط (delink) کرنا ہے۔ پابندیوں کا خطرہ مول لے کر ہم نے اپنے ایٹمی پروگرام کا آغاز کیا تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے ہنری کسنجر کی کھلی کھلی دھمکی کے باوجود اس کام کا آغاز کیا تھا۔ جنرل ضیاء الحق نے کارٹر کی عائد کردہ پابندیوں کو یکسر نظرانداز کر کے اس پروگرام کو جاری رکھا۔ غلام اسحاق خاں نے سارے دباؤ کے باوجود اس پروگرام پر آنچ نہ آنے دی۔ فوج، سائنس دان اور محب وطن سیاسی قوتوں نے اس پروگرام کی پشت پناہی کی اور اللہ کے فضل سے پاکستان کو پہلے مسلمان ملک کی حیثیت سے ایک ایٹمی طاقت بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پابندیوں کے ہٹائے جانے کی قیمت پر اس پروگرام کو روک دینا یا رول بیک کرنا' ایک تاریخی جرم ہو گا جسے یہ قوم کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔

اصل مقصد سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں' ایٹمی پروگرام کو بتدریج ختم کرا کے پاکستان کے عالمی کردار کو مجروح کرنا ہے۔ معاشی مشکلات بجا لیکن معاشی مشکلات کے دباؤ میں ایٹمی محاذ پر گھٹنے ٹیک دینا قومی خودکشی کے مترادف ہو گا۔ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ اگر بنیادی معاشی حکمت عملی کو یکسر تبدیل نہ کیا جائے تو پابندیاں اٹھنے اور مزید قرضے حاصل ہونے سے معاشی حالات میں کوئی حقیقی فرق واقع نہیں ہو گا بلکہ ہم قرضوں کی اس دلدل میں اور بھی دھنستے چلے جائیں گے۔ اس وقت ہم چار سے پانچ ارب ڈالر کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ اگلے سال یہ ضرورت ۶ اور ۷ ارب ہو جائے گی اور تیسرے سال ۱۰ ارب پر پہنچے گی۔ بیرونی قرض کا جو بوجھ آج مل ملا کر ۴۵ سے ۵۰ بلین ہے وہ ۶۰ اور ۷۰ بلین کی خبر لائے گا اور آزادی' سلامتی اور عزت الگ خاک میں ملیں گے۔ راستہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جس کا حکیم الامت نے صاف لفظوں میں اظہار کر دیا تھا۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو' پرواز میں کوتاہی

اس لیے ہم حکومت کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ صدر کلنٹن سے ملاقات اور ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کی خوش اندازیوں کے طلسم میں نہ آئیں۔ دام ہم رنگ زمین کو کھلی آنکھوں سے دیکھیں اور وہ راستہ اختیار کریں جو آزادی' عزت اور قومی سلامتی کا ضامن ہو۔ قوم کو اپنی قیادت سے شکایت ہے کہ جب وہ ملک میں باتیں کرتے ہیں تو جرات اور بہادری اور خطرات سے کھیلنے کی باتیں کرتے ہیں اور جب امریکہ کی قیادت سے ملتے ہیں تو ریشہ خطمی ہو جاتے ہیں اور دہائی دیتے ہیں کہ حضور ہم تو وہی کرنا چاہتے ہیں جو آپ فرما رہے ہیں' البتہ بنیاد پرستوں کا ڈر ہے!

اب اس دوغلے پن کو ختم ہونا چاہیے۔ قوم کے عزائم اور توقعات کو ہی ہماری پالیسی ہونا چاہیے۔ مینڈیٹ کے نام پر من مانی کا کوئی جواز نہیں۔ مینڈیٹ اگر کوئی حاصل ہے تو وہ ان وعدوں کے فریم ورک میں ہے جو انتخابات کے موقع پر عوام سے کیے گئے تھے اور وہ نیوکلیر اور دفاعی قوت کو بڑھانے اور کوئی دباؤ قبول نہ کرنے کے تھے' گھٹنے ٹیک دینے کے نہیں۔ انتخابی تقاریر میں ہی نہیں' خود مسلم لیگ کے منشور میں

صاف الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ ایٹمی صلاحیت میں کمی اور یک طرفہ اور امتیازی پابندی کے یکسر خلاف ہے۔ یہی بات پیپلز پارٹی کے منشور میں بھی ہے۔ ۱۹۸۵ کے بعد سے تمام انتخابات میں سب پارٹیوں نے ایٹمی صلاحیت پر کوئی سمجھوتہ نہ کرنے کا اعلان کیا۔ یہی اصل قومی مینڈیٹ ہے۔

موجودہ حکومت نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں سی ٹی بی ٹی پر بحث کرائی اور اس بحث میں بھی یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ قوم سی ٹی بی ٹی پر کوئی سمجھوتہ کرنے کے حق میں نہیں۔ اس پس منظر میں وزیراعظم کے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے۔ وہ صاف کہہ دیں کہ ایٹمی صلاحیت کے مسئلے پر کوئی بات چیت نہیں ہو سکتی۔ معاشی پابندیاں ناجائز اور ناروا ہیں۔ ان کے ہٹائے جانے پر بات ہو سکتی ہے لیکن ایٹمی صلاحیت پر کسی سمجھوتے اور سی ٹی بی ٹی اور اس سلسلے کے دوسرے معاہدات پر پاکستان کی سلامتی اور ملت اسلامیہ کے مفاد کے تحفظ کے بغیر کوئی گفتگو نہیں ہو سکتی۔

جن حدود میں بات چیت ہو سکتی ہے، وہ یہ ہیں:

۱- ایٹمی صلاحیت پر چند ملکوں کی مستقل اجارہ داری ناقابل قبول ہے۔ یا سب کو یہ حق حاصل ہو یا کسی کو بھی نہ ہو۔ اگر بڑی طاقتیں محض اپنی قوت کے سہارے یہ اجارہ داری قائم رکھنا چاہتی ہیں تو اس کا ردعمل ہو گا اور عملاً ہو رہا ہے۔ پاکستان اس ایٹمی امتیاز (apartheid) کو ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ اور اس سلسلہ میں یہ امت مسلمہ کو بھی بیدار اور منظم کرے گا۔

۲- ایٹمی صلاحیت کا مسئلہ معاشی پابندیوں سے فوری طور پر غیر مربوط کیا جائے۔ آزادانہ معاشی تعاون و تجارت اور سرمایہ کاری پر بات چیت ہو سکتی ہے لیکن ایٹمی صلاحیت کو ختم کرنے، سی ٹی بی ٹی، این پی ٹی، ایف ایم سی ٹی (Fission Material Cut off Treaty) اور ایم ٹی سی آر (Missile Technology Control Regime) کو قبول کرنے کی قیمت پر نہیں ہو گی۔

۳- پاکستان، بھارت کی طرح ایک ایٹمی ہتھیار والا ملک ہے اور دنیا کو یہ حقیقت کو تسلیم کرنا ہو گی۔ این پی ٹی میں ضروری ترمیم کے بغیر آگے کوئی بات چیت نہیں ہو سکتی۔ پاکستان کبھی بھی ایٹمی ہتھیار نہ رکھنے والے (Non-Nuclear Weapon) ملک کا مقام قبول نہیں کرے گا۔

۴- عالمی اور علاقائی سطح پر نیوکلیر تخفیف اسلحہ پر بات چیت اور اس کے نئے صحت مند نظام کو قائم کرنے کے لیے ہم تیار ہیں اور سب کو اس کے لیے کام کرنا چاہیے۔

۵- نمبر ۴ کا لازمی تقاضا ہے کہ جنوب ایشیا کے مسائل کا حل بھارت کے عزائم اور استطاعت اور پاکستان اور بھارت کے درمیان قابل قبول توازن قوت کی بنیاد پر کیا جائے۔ بھارت کے ساتھ ترجیحی سلوک ختم ہو اور جو مقام اور سہولتیں اسے دی جائیں وہی علاقے کی دوسری ایٹمی طاقت یعنی پاکستان کو حاصل ہونی چاہییں۔ اس میں سیکورٹی کونسل کی نشست سے لے کر ٹکنالوجی کی منتقلی اور دوسری مراعات یا انتظامات

سب شامل ہیں۔ اسی طرح بھارت کے ساتھ جوہری مادہ کی افزونی، جوہری تجربات، میزائل کی تنصیب، جوہری اسلحہ اور اسلحہ کی تنصیب، ان تمام معاملات میں قابل لحاظ سد جارحیت کے اصول پر بات چیت ہو سکتی ہے، یک طرفہ پابندیاں قبول نہیں کی جا سکتیں۔ ان تمام امور میں بھارت سے موازنہ (linkage) فطری اور ناقابل سمجھوتہ ہے۔ بھارت آیندہ جب بھی تجربہ کرتا ہے یا توازن قوت متاثر ہوتا ہے تو پاکستان کو بھی اختیار ہونا چاہیے کہ وہ توازن کو بحال کر سکے۔ البتہ اگر بھارت ان تمام معاہدات پر دستخط کر دیتا ہے اور پاکستان اور بھارت کے درمیان جو سب سے بنیادی اور کلیدی مسئلہ --- یعنی جموں و کشمیر کے عوام کا اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق اپنے مستقبل کا فیصلہ --- حل نہیں ہوتا، تو اس وقت تک بھارت کے دستخطوں کے باوجود پاکستان جوہری پابندی کے اس نظام کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو۔

۶- اوپر نمبر ۵ کی روشنی میں فطری طور پر اس فریم ورک کا ایک اہم اور فیصلہ کن حصہ مسئلہ کشمیر کا منصفانہ حل ہے جو اقوام متحدہ کی قراردادوں اور جموں و کشمیر کے عوام کی آزادانہ مرضی کے مطابق ہو۔ باقی مسائل کے حل کے لیے اسے کلید کی حیثیت حاصل ہے اور اس کے لیے محض دو طرفہ مذاکرات کافی نہیں جن کے لاحاصل ہونے کا تجربہ پچاس سال سے ہم کر رہے ہیں اور جس کی تازہ ترین مثال اسی ماہ دہلی میں منعقد ہونے والے مذاکرات ہیں۔ عالمی طاقتوں اور اقوام متحدہ کو متحرک ہونا پڑے گا اور کشمیر کی تحریک مزاحمت کو وہی مقام دینا ہو گا جو آزادی کی ساری تحریکات کو دیا گیا ہے۔ خود انھیں شریک مذاکرات کرنا ہو گا اور ایک مقررہ مدت میں مسئلے کو حل کرنا ہو گا۔ اس کے بغیر علاقے میں امن کا قیام اور برصغیر کے وسائل کی معاشی اور انسانی ترقی کے لیے فراہمی ممکن نہیں۔ حقائق سے صرف نظر کر کے اور انصاف کے تقاضوں کو نظرانداز کر کے کبھی حقیقی امن قائم نہیں ہو سکتا۔

یہ ہے وہ چھ نکاتی فریم ورک جس میں برعظیم کے مسائل حل ہو سکتے ہیں، امریکہ اور بھارت سے بات چیت ہو سکتی ہے اور پوری پاکستانی قوم کی تائید سے علاقے کے تعمیر نو کے خطوط مرتب کیے جا سکتے ہیں۔ ان سے ہٹ کر کوئی راستہ نہ اس قوم کے لیے قابل قبول ہو گا اور نہ اس کے نتیجے میں مسائل کے حل کی طرف کوئی پیش رفت ممکن ہے۔ صدر کلنٹن سے ضرور ملیے لیکن پاکستانی قوم اور امت مسلمہ کے بہترین مفاد کے تحفظ کے لیے جرات اور سمجھ داری سے ایک مضبوط موقف اختیار کیجیے اور اس سے سرمو نہ ہٹیئے۔ قرضوں کے شکنجے کو توڑ دیجیے اور آزادی اور سلامتی کے تحفظ کے لیے ایٹمی صلاحیت پر کوئی آنچ نہ آنے دیجیے۔ عزت اور زندگی کا یہی راستہ ہے۔ اس سے ہٹ کر اگر کوئی کمزوری دکھائی گئی تو یہ باغیرت قوم اسے ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہیں کرے گی۔

(طوالت کے پیش نظر کچھ حصے حذف کیے گئے ہیں۔ مکمل متن، منشورات کے کتابچے، **ایٹمی صلاحیت اور قرضوں کا شکنجہ** میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔)